رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

اب گیا وقت خزاں

دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسکو قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعودؑ)

مضامین بنام ایڈیٹر کے

کاروباری اُمور متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہو

الفضل

Digtized by Khilafat Library

مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

جلد ۷ | مورخہ ۱۵۔ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء | شنبہ | مطابق ۲۱۔ صفر سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۳۹

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

۱۱۔ نومبر ۱۹۱۹ء گیارہ بجے دن کے حسب الحکم ملک معظم جارج خامس قادیان میں بھی ایسا انتظام کیا گیا تھا۔ کہ جونہی گولے چھٹے۔ ہر قسم کے کاروبار بند کر دیئے گئے۔ اور راہرو کھڑے ہو گئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کو ایک مضمون لکھوا رہے تھے۔ گولہ چھٹتے ہی آپ نے مضمون لکھانا بند کر دیا۔ اور یہ وقفہ دعا میں صرف کیا حضور نے فرمایا۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود کا طریق تھا۔ کہ گورنمنٹ کی ایسی تقاریب میں آپ خوب حصہ لیا کرتے تھے ٭

۱۲ تاریخ جناب منشی غلام نبی صاحب اپنے وطن سے واپس آگئے ہیں۔

نامۂ لنڈن

(نوشتہ مولوی عبد الرحیم صاحب نیر)

(۱۹)

لنڈن کا موسم ہفتہ رواں میں سردی و گرمی بدل بدل کر آتی رہی۔ بارش بھی ہوئی۔ اور ایک دن تو معلوم ہوتا تھا کہ جاڑا اب کے جلدی شروع ہو جائیگا مگر آج مطلع صاف ہے۔ سورج کے چہرہ پر بادلوں کا نام نہیں اور انگریزوں کے لئے موسم "عمدہ اور سہانا" ہے۔ ہفتہ رواں میں بجلی گرنے سے ایک شخص کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ اور وہ صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ ہسپتال کو جاتے ہوئے راستہ میں مر گیا۔ عجیب بات یہ ہے۔ اس کے جسم پر اس درخت کا عکس آ گیا۔ جس کے نیچے بجلی گرتے وقت وہ کھڑا تھا ٭

احباب سے ملاقات ہفتہ رواں میں مسٹر و مسز موسیٰ و مسٹر و مسز کریم مسٹر فیتھ اور مسٹر سعید ولسن اور مس ہیر ڈیجمہ سے ملاقات ہوئی۔ مسٹر موسیٰ ایک بنگالی نوجوان اور مسز موسیٰ ایک آئرش نومسلم خاتون ہیں۔ مسٹر کریم صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کے باشندے اور مسز کریم ایک سوس یعنی سوئٹزرلینڈ کی رہنے والی لیڈی ہیں۔ مسز موسیٰ کا اسلامی نام فاطمہ اور مسز کریم کا اسلامی نام محبوبہ ہے۔ ہر دو خواتین کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات اور احمدیت کے فرائض سمجھائے گئے۔ مسٹر ولسن مشرقی اقوام کی ترقی کے حامی اور مزدوری پیشہ جماعت کے کارکن ممبر ہیں۔ لنڈن میں آکر ہمارے پاس ٹھہرتے اور ہمارے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ مس ہیر ڈیجمہ ایک تعلیم یافتہ خاتون ہے۔ اس نے ایک نظم لکھی ہے۔ جو انشاء اللہ ریویو میں شائع ہو جائیگی ٭

تقریریں و مباحثات

گذشتہ ایت وار کو میرا لیکچر "کلام الٰہی" پر ہوا۔ حاضرین میں تو مسلموں کے علاوہ ایک مسیحی انگریز خاتون مسز راسبن نام بھی تھی جو توجہ سے تمام تقریریں سنتی رہی۔ میں نے ۴۵ منٹ تک تقریر کی۔ اور قرآن پاک کو کلام الٰہی ثابت کیا۔ حضرت مسیح موعود پر اُترنے والے کلام کو تائید میں پیش کیا ٭

گذشتہ جمعہ کو ہائڈ پارک میں خاکسار کا ایک رومن کیتھولک پادری سے مباحثہ ہُوا۔ لوگ مسیحیت کی تردید بڑے توجہ سے سنتے رہے۔ میری اور پادری صاحب کی گفتگو میں سب سے بڑے مؤید مسٹر و مسز ولیش نام عالی خاندان انگریز مرد و عورت تھے۔ گفتگو کا خلاصہ حسب ذیل تھا ٭

ہائڈ پارک میں مباحثہ

ایک یہودی عورت مجھے مخاطب کرکے۔ اوہ عیسائی مذہب کچھ نہیں۔ کیتھولک مذہب سب سے زیادہ گندہ ہے۔

ایک لمبی ڈاڑھی والے پادری صاحب یہودی عورت سے۔ تم کو کیتھولک مذہب کی کونسی بات ناپسند ہے۔ اعتراض کرو اور جواب لو۔

(یہودیہ جواب دے ہی رہی تھی کہ پادری صاحب بول اٹھے)

پادری صاحب۔ کیا تم نے مذاہب کا "مقابلۃً" مطالعہ کیا ہے؟ یہودیہ کے جواب سے قبل میں بول اُٹھا۔

نیر۔ ہاں میں نے کیا ہے۔ آپ جواب دیجئے۔

پادری۔ آپ فرمائیں کس مسئلہ پر اعتراض ہے۔

نیر۔ ذرا تثلیث کی ہی تشریح فرما دیں۔

پادری صاحب (کئی دفعہ سوال و جواب کے بعد) یہ مسئلہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

نیر۔ گویا یہ ہم انسانوں کے لئے نہیں۔ آدم کی اولاد کے لئے نہیں۔ کسی اور مخلوق اور کسی دوسرے جہان کی آبادی کے لئے ہے۔

مسز ولیش۔ ہاں ہاں بوڑھے آدمی اس جنٹلمین کی بات کا جواب دو۔ میں خود ۴۰ برس کی عمر تک کیتھولک تھی تمہارے پول کو خوب جانتی ہوں۔

پادری صاحب! ۴۰ برس میں تم سمجھ گئیں خوب۔

مسز ولیش۔ ہمن بے! عورتوں سے ہوش کے ساتھ بات کرو اور اس شریف آدمی (خاکسار) کی بات کا جواب دو۔ سمجھ سے بالاتر کے معنی بالفاظ دیگر یہ ہیں کہ "غیر معقول" ہو۔

پادری۔ دو مرد اور ایک عورت۔

نیر۔ یہ شریف انگریز مرد اور یہ شریف انگریز عورت، تعلیم یافتہ ہیں۔ آزاد ہیں۔ سچائی کے حامی ہیں۔ اگر تمہارے پاس کوئی معقول بات ہے۔ تو جواب دو۔ یہ تمہاری تائید کرینگے۔

پادری۔ تم بڑے ہوشیار ہو۔ یہ تمہاری خوب چال ہے ایک بڑھیا عورت پیچھے سے۔ میں خدا کے نہایت سچے مذہب کیتھولک چرچ سے ہوں۔ یہ (مسٹر و مسز ولیش) دہریہ ہیں۔

مسٹر ولیش۔ بڑھیا! تم نے شراب پی ہے نا۔

نیر۔ دوستو! اب خاموش! اچھا ہاں پادری صاحب چلو تثلیث کا مسئلہ ان سمجھدار انگریزوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ زمین والوں کے لئے نہیں۔ کسی اور مخلوق کے لئے ہے۔ تو پھر "خدا کے بیٹے" کی ذرا تشریح کردیں۔

پادری صاحب! جیسا بائبل کہتی ہے۔

نیر۔ بائبل میں تو خدا کے بہت سے بیٹے ہیں

پادری صاحب! نہیں نہیں۔ جس طرح "گرجا" تعلیم دیتا ہے

نیر۔ میں جانتا ہوں کہ تم رومن چرچ کے لوگوں کی نظر میں بائبل کی عظمت نہیں۔

پادری صاحب۔ اچھا اچھا! مسیح نے تکالیف اُٹھائیں اور ہماری خاطر سے جان دی۔ وہ ہمارا نجات دہندہ خدا ہے

نیر۔ خدا چھوڑ کر وہ تمہارے اقوال و اعتقادات کی رو سے کامل انسان بھی ثابت نہیں ہوتا۔ تکالیف اُٹھا کر اخلاق کا کامل و اعلےٰ نمونہ دکھانیوالا۔ ایک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

پادری۔ اوہ! محمدؐ نے کبھی تکلیف نہیں اُٹھائی۔

مسز ولیش۔ تم ناواقف ہو تم نہیں جانتے۔ وہ بہت دکھ دیئے گئے۔ اس کے بعد پوپ کے منصب اور عیسائیت کے مختلف غلط عقائد پر باتیں ہوتی رہیں۔ اور پادری صاحب نے آخر میں جھنجھلا کر کہا۔ اچھا تم بتاؤ۔ محمدؐ نے کن غلطیوں کی اصلاح کی؟

اب اللہ نے مجھے موقعہ دیا۔ اور میں نے "وفات مسیح" کے مسئلہ میں یہودیوں کے دعویٰ اور مسیحیوں کے اقرار اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے توسط سے فیصلہ تمام مفصل سنایا۔ اور حضرت احمد نبی اللہ کا پیغام بھی دیدیا۔ پادری صاحب خدا حافظ کہکر رخصت ہوئے۔ مسٹر و مسز ولیش کا ایڈریس لیا۔ اور شکریہ کرکے واپس آگیا۔

متفرق تبلیغ

مکرم مفتی صاحب آج کل سوتھ اینڈ میں ہیں۔ وہاں سلسلہ تبلیغ جاری ہے۔ لٹریچر تقسیم کیا جارہا ہے۔ مفتی صاحب سے زبانی گفتگو ہوتی ہے۔ نوکسٹن میں ۲۰ نمبر کو اخویم محمد ساگر چند بیرسٹر ایٹ لار (احمدی) کا لیکچر "تفسیر فی ذلک" میں الہام پر ہے۔ اس کے قبل آپ کے پانچ لیکچر وہاں ہو چکے ہیں۔ لوگوں میں احمدیت کے متعلق تحقیق کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ لوہے کو گرم دیکھ کر اور موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے جناب چوہدری فتح محمد صاحب بھی نوکسٹن چلے گئے ہیں۔ وہاں لیکچر دینگے۔ اور متلاشیان حق کی پیاس بجھائینگے۔ ہیسٹنگز میں اخویم ساگر چند کی تحریک ہے۔ کہ اب "سلسلہ احمدیہ" ایک شاخ قائم کر دی جائے ٭

احمدیان لنڈن کا چندہ

گذشتہ ہفتہ سے احمدیان لنڈن نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ آیندہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضرت مسیح موعود کے قائم کردہ سلسلہ کی ضروریات کے لئے اپنی آمد سے ہفتہ وار چندہ دیا کرینگے۔ بعض احباب نے ہفتہ رواں کا چندہ بھیج دیا ہے۔ اور انجمن کی آمد چار روز میں ۲۰ شلنگ ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی واضح رہے۔ کہ جو دوست نئے آتے ہیں یا لیکچروں میں شامل ہوتے ہیں۔ انہیں سے اکثروں کو فی کس ۲ ۱ر خرچ کرنے پڑتے ہیں ٭

دُعائیں کریں

کام کا میدان وسیع ہے۔ مگر اخراجات بھی ہر روز بڑھ رہے ہیں۔ روٹی کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ دودھ مہنگا ہو گیا ہے۔ کوئلہ کی کمی ہے۔ مزدوری پیشہ لوگوں کے مطالبات دن بدن زیادہ ہیں۔ اس لئے مغرب کی زمین میں ہر طرف تغیرات کا زلزلہ آرہا ہے ٭

غلطی کی اصلاح

۸۔ نومبر کے پرچہ میں جو نظم بعنوان "اشک غم" شایع ہوئی ہے۔ اس کے پندرھویں شعر کے آخری مصرعہ میں بجائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - ۱۵- نومبر ۱۹۱۹ء

ہمارا سالانہ جلسہ

احباب گذشتہ اور گذشتہ سے پیوستہ پرچوں کے صفحہ اول پر جناب مولانا محمد شیر علی صاحب بی۔اے ناظر اعلیٰ صیغہ جات نظارت جماعت احمدیہ کی طرف سے اس سال کے جلسہ کی تاریخہائے انعقاد کا اعلان پڑھ چکے ہیں۔ پچھلی بار جو سالانہ جلسہ بجائے دسمبر ۱۹۱۸ء کے مارچ میں کیا گیا۔ اس کی وجہ وہ وبائی نزلہ و بخار کا خطرناک حملہ تھا۔ جس نے گذشتہ سال ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء میں تمام ہندوستان میں ایک آگ لگا رکھی تھی۔ اس مرض کے اثرات چونکہ دسمبر تک باقی رہے اس لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے مناسب خیال فرمایا۔ کہ احباب جماعت دسمبر میں مرکز سلسلہ میں جمع ہونے کی بجائے مارچ میں جمع ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

گذشتہ سال کا سالانہ جلسہ اپنی گوناگوں خصوصیتوں کے لحاظ سے جلسہائے ماسبق کی نسبت اگر بہت زیادہ نہیں تو کسی نہ کسی قدر بڑھا ہوا ضرور تھا۔ درانحالیکہ اس وقت خطرہ تھا کہ ہمارا جلسہ کہیں خدانخواستہ سنین گذشتہ کی نسبت کسی نہ کسی حیثیت سے گھٹ نہ جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو اپنے کاموں کو آپ سرانجام دیتا ہے۔ اس نے قلوب کو خود پھیر دیا۔ اور لوگ باوجود امراض سے چور ہونے کے دیار مسیح میں پروانہ وار آگئے۔ اور معارف الٰہیہ سے سیراب ہو کر اپنے اپنے وطنوں کو واپس گئے۔ پس جب گذشتہ سال باوجود اس قسم کے موانع کے خدا کے فضل سے ہمارا جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ تو اس دفعہ جبکہ بفضل ایزدی ان موانع میں سے کوئی روک نہیں ہے تو انشاءاللہ ہمارا جلسہ پہلے سالوں سے ضرور بڑھ کر ہوگا۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ ہمارے احباب ابھی سے اس امر کا تہیہ کرلیں کہ وہ خود بھی اس دینی اجتماع میں شامل ہونگے۔ اور ایسے حضرات کو بھی شامل کرنے کی کوشش کرینگے۔ جن کے متعلق وہ خیال کرتے ہوں۔ کہ ان میں طلب حق کا مادہ ہے نہ صرف ایسے .. . لوگ بلکہ اپنے مخالفوں اور اپنے مخالفوں کو بھی لائیں۔ جو واقعی ان سے دشمنی اور بیر رکھتے ہوں۔ ہم خدا کے فضل سے امید رکھتے ہیں کہ جب وہ یہاں آئینگے۔ تو اگر کلیۃً نہیں تو بہت حد تک انہیں اپنے عناد و تعنت سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ یہ ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جنہیں شقاوت ازلی ہو اور شقاوت کے ماتحت حق کو مٹانے اور اہل حق کو آزار پہنچانے کے درپے رہتے ہوں۔ کثیر حصہ اس قسم کا ہے جو لاعلمی کے باعث حق کے خلاف جدوجہد میں مصروف رہتا ہے۔ پس جب ایسے لاعلم طبقہ کے سامنے جن کی مخالفت بوجہ ناواقفیت یا غلط واقفیت کے ہے حالات صحیحہ پیش کئے جائینگے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید قوی ہے۔ کہ ان کے شکوک ضرور دور ہو کر قبول حق کے لئے کسی قدر راستہ صاف ہو جائیگا *

یہ تو ہے احباب کے خود آنے اور دیگر اشخاص کو ہمراہ لانے کا مسئلہ۔ اس کے سوا بعض اور باتیں بھی ہیں جن کا کسی قدر ذکر ہونا بہت ضروری ہے۔ ان میں ایک

اخراجات جلسہ کا سوال ہے

سو احباب کو معلوم ہے۔ کہ جلسہ پر ہمارے ہزاروں کی تعداد میں احباب شامل ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی مہمانی کے لئے بھی ہزاروں روپیہ درکار ہوتا ہے اور ہر سال جس طرح حاضرین کی تعداد میں افزونی ہے اسی طرح اخراجات میں بھی افزونی کا ہونا امر لازمی اور واقعی ہے۔ پس جس طرح اخراجات پہلے مہیا کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اب بھی ہونا چاہیئے۔

کیا اس کے بعد اس تفصیل کی بھی ضرورت ہے۔ کہ وہ کون کونسی اشیاء ہوتی ہیں۔ جن کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور وہ کس طرح مہیا کی جاتی ہیں۔ احباب کا یہ طریق رہا ہے۔ کہ وہ انتظامی کمیٹی کے سکرٹری یا ناظر صاحب بیت المال کو قبل از وقت اطلاع دیا کرتے ہیں ... اسی طرح اب بھی صاحب ہمت احباب کو چاہیئے۔ کہ اس دینی کام میں منتظمین کا ہاتھ بٹائیں۔ اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

فی الحال یہی چند مختصر باتیں احباب کی آگاہی کے لئے کافی ہیں۔ انشاءاللہ آئندہ کی کسی اشاعت میں تفصیل کے ساتھ ان باتوں پر لکھا جاویگا۔ اگرچہ ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے احباب کے لئے پُرزور مضامین کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ سب اپنے فرائض اور ذمہ واریوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ احمدی ہو کر انہوں نے کن کن کاموں کو اپنے سر لیا ہے *

یہ خفگی کیوں؟

۴۔اکتوبر کے الفضل میں حکیم احمد حسین صاحب لائلپوری کی ایک مراسلت بعنوان "مسیحی اور جنگی" شایع ہوئی ہے۔ حکیم صاحب کے اس مضمون کی تمام تر بنیاد نور افشاں کے ایک مضمون پر تھی۔ جو اس کی اشاعت ۲۲۔اگست ۱۹۱۹ء میں "تیری آواز مکہ اور مدینے" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اب نور افشاں مورخہ ۱۰۔اکتوبر میں ایک نوٹ بعنوان "حکیم احمد حسین اور مسیحی" شائع ہوا ہے۔ اسمیں اول تو آتھم اور عماد الدین کی پوزیشن کو صاف کرتے ہوئے ان کی مغلوبیت کو ان لفظوں میں چھپایا گیا ہے کہ "یہ مرحومین اپنی حیات میں برابر ڈنکے کی چوٹ سے اس (حضرت اقدس مسیح موعود) کا مقابلہ کرتے رہے اور اب تک ان کی کتابوں کے صدہا اوراق مرزا صاحب کی مختلف تحریروں کے جواب میں بھرے پڑے ہیں"۔ جب ہاتھ میں قلم ہو۔ اور منہ میں زبان تو باوجود باطل پر ہونے کے یہ دونوں چیزیں پھر بھی نہیں رکا کرتیں مگر جو کچھ ان سے نکلتا ہے۔ اس سے منصف اور عقلمند لوگ خود بخود نتیجہ نکال لیا کرتے ہیں۔ کہ آوازیں بامعنی ہیں یا صدائے گوسالہ سامری۔ عماد الدین لکھتا رہا مگر کیا؟

انا پ شناپ۔ اس کا یقین تب آپ کو آئے گا۔ جب ہم آپ کو بتا ئینگے۔ کہ آپ کے مولوی پادری عماد الدین جو قرآن پر معترض تھے۔ اور اس کے متعلق کتابیں اور مضمون لکھتے رہتے تھے۔ ان کی مولویت اور ان کے اعتراضات کی لغویت کی قلعی کھولنے کے لئے جب حضرت اقدس نے نور الحق کتاب لکھی۔ اور دعوت دی کہ عماد الدین یا اس کے کوئی اور ہم نوا اس کتاب کا جواب لکھیں تو ایک حرف کا "نہ لکھ سکے۔ کیا اب بھی لکھا جائیگا کہ عماد الدین کی تحریریں جواب ہیں۔ مرزا صاحب کی تحریروں کا انصاف کرو۔

رہا آتھم وہ لکھا کرتا تھا۔ مقابلہ میں بھی آیا بحث مباحثہ بھی کیا۔ مگر خدا کے جری پہلوان مسیح موعود کے علو اور سطوت اور شان کا اس پر رعب تھا کہ گویا اس کا قلم ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا۔ وہ شخص جو اپنی کتاب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نعوذ باللہ "دجال" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ آنحضرت ؐ کے غلام مسیح اسرائیل سے افضل مسیح محمدی کے مقابلہ میں آکر حضور نبی علیہ السلام کو "دجال" کہنے سے باز آتا اور پھر جب تک زندہ رہتا ہے۔ خاتم الانبیاء کی ذات مقدس کے خلاف ایک لفظ تک استعمال نہیں کرتا۔

علاوہ ازیں یہ عیسائیوں کا بڑا لکھنے والا حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں ایسا عاجز آتا ہے۔ کہ حضور ہزاروں روپیہ کا انعام مقرر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے بیان کی تردید میں کچھ لکھو۔ لیکن وہ کچھ نہیں لکھتا۔ نہیں لکھتا حتے کہ وہ مرجاتا ہے۔ کیا کوئی انصاف پسند مسیحی ہے جو اس بات کو اب بھی ہمارے سامنے پیش کرے کہ آتھم ڈنکے کی چوٹ آپ کے خلاف لکھتا رہا۔ ہرگز نہیں۔ حضرت اقدس مرزا صاحب کی شان والا تو بہت بڑی ہے۔ اور اتنی بڑی کہ اگر عیسائیوں کا خدا بھی آتا تو وہ بھی نشانات میں آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا۔ آپ کے خدام کے مقابلہ میں عیسائی صاحبان اس طرح چھپتے ہیں۔ جیسے چڑیاں بازوں اور جروں سے۔ کیا اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے۔

نور افشاں "مسیحی اور بھنگی" سے بہت خفا ہوا ہے اور لکھتا ہے :۔

"کیا آئے دن صدہا مسلمان آدمی اور عورتیں کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل نہیں ہوتے۔ تو کیا ہم ان کو آپ کی طرح مسلمان بھنگی کے نام سے پکارتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بڑی توہین ہوگی"

اس کے جواب میں نور افشاں کے ایڈیٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ بھنگیوں سے ہم نفرت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ کے واعظ صاحب جنھوں نے نور افشاں میں مضمون لکھا۔ وہ اس قابل رحم مخلوق کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیا بھنگیوں کے متعلق ہمارے نامہ نگار نے یہ لفظ لکھے ہیں :۔

"وہ ان بھنگیوں کے درمیان کام کرتے کرتے ہم خود بھنگی ہوگئے ہیں۔ نہ وہ ولولے طبعیت میں نہ وہ منادی کا جوش۔ نہ وہ دماغی طاقتیں صغریٰ نہ کبریٰ بس جھاڑو اور ٹوکرا جسکو اسطرح ہم اٹھائے پھرتے ہیں، سوائے کوڑے اور کرکٹ کے کیا ہے ۔۔۔۔۔۔ بس بےعزتی صرف اسواسطے ہوگئی ہے۔ کہ مسیحیت کو ان بھنگیوں کے درمیان بھنگی بنادیا ہے"

جب ایڈیٹر صاحب افشاں اپنا ۲۲۔ اگست کا پرچہ پڑھینگے۔ تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ یہ مسیحی صاحبان کی طرف سے خطابات بھنگیوں کو عطا ہوئے ہیں۔ پس جب بقول مسیحی واعظ صاحب مسیحیت ان بھنگیوں کے درمیان بھنگی بن گئی ہے۔ تو "مسیحی اور بھنگی" عنوان کیونکر غلط ہو سکتا ہے۔ اور اس پر ناراضگی عبث۔ اگر ناراض ہونا تھا۔ تو بجائے الفضل کے نامہ نگار پر خفا ہونے کے واعظ صاحب ہی کی خبر لینی چاہیئے تھی۔ کہ وہ ایسی مقدس قوم کے متعلق ایسا پکار کیوں کرتے ہیں جب آپ بھنگیوں کو کراہت اور حقارت سے دیکھتے ہیں تو وہ سردوں پر [illegible] اعتراض غلط۔ مسلمان جنکو مسلمان بناتے ہیں خواہ کوئی ہوں ان سے حقارت نہیں کرتے نہ یہ کہتے ہیں کہ ان کو اسلام بھنگی ہو گیا یا چار۔ بلکہ اسلام نے بھنگیوں کو مسلمان بنا رکھا ہے۔ اس لئے اگر آپ مسلمان اور بھنگی عنوان رکھینگے۔ تو آپ کا عنوان نہایت غلط اور بے معنی ہو گا۔

چاہیئے نہ چاہیئے

(از افرِ خامہ جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

ہمارے مکرم و محترم جناب شاہ صاحب نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک مفصل و مشرح مضمون فلسفیانہ رنگ میں اخلاق و مذہب کے متعلق تحریر فرمائیں۔ جو اخبار الفضل میں شائع ہو۔ بسلسلہ مضمون کی پہلی قسط یہ مضمون ہے جس کا عنوان ہے "چاہیئے نہ چاہیئے"۔ مگر میں احباب سے گذارش کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس مضمون کے بقیہ حصوں کو فوراً اخبار میں دیکھنے کے لئے بے تاب نہوں۔ کیونکہ ہمارے شاہ صاحب آج کل بہت مصروف الاوقات ہیں پس یہ کام آہستہ آہستہ ہوگا۔ نیز اس بات کا بھی خیال رہے۔ کہ یہ مضمون عام اخباری مضامین کے خلاف ایک نرالی شان کا ہے۔ اس لئے ناظرین اخبار کو چاہیئے۔ کہ اسے سرسری نظر سے ملاحظہ نفرمائیں۔ بلکہ اس کے مطالعہ میں دقتِ نظر سے کام لیں۔ تاکہ مضمون وہ نتائج پیدا کرے۔ جن کی توقع پر جناب شاہ صاحب نے اس سلسلہ مضامین کے لکھنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

(خاکسار مہر محمد خان شہاب احمدی انچارج ایڈیٹر)

انسانی اعمال و اقوال۔ حرکات و سکنات کی اگر تحلیل و تصنیف کی جائے۔ تو اس کا خلاصہ نتیجہ مندرجہ بالا فقرہ ہوگا۔ بنی نوع انسان کو فرداً فرداً لیجئے یا مجموعی حیثیت سے جانچئے۔ تو ان کے افعال میں اسی ایک جملے کو کام کرتا ہوا پاؤگے۔ یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے بچہ کو بھی اپنے کردار میں مندرجہ عنوان جملے کا شعور ضرور ہوگا ایک دفعہ صاحبزادہ مبارک احمد (حضرت خلیفہ ثانی کے منجھلے لڑکے) میرے کمرے میں کبوتر کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ میں انہیں وہیں کھیلتا چھوڑ کر باہر کسی کام کے لئے گیا۔ جب میں واپس آیا۔ تو دیکھا۔ ان کا چہرہ کچھ متغیر سا ہے۔ گویا زبان حال سے مجھے یہ کہہ رہے تھے۔ کہ "میں نے ایک ایسا کام کیا ہے۔ جو مجھے نہ کرنا چاہیئے تھا" ادھر ادھر دیکھنے سے مجھے کچھ بکھرے ہوئے پر نظر آئے

دیکھ بھال کرنے پر یہ معلوم ہوا۔ کہ بچے نے کبوتر کی گردن کے بال اکھیڑ کر اسے زخمی کر دیا ہے۔ اور اپنے اس فعل سے دل میں خود بخود ہی نادم ہو رہا ہے۔ کہ میں نے جو کام کیا ہے۔ وہ مجھے نہ کرنا چاہیئے تھا۔

ایسا ہی ایک طالب علم کو ہزارہا دفعہ اپنے نفس کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہو گا۔ اور آخر کار اسے اپنے دل میں ہی یہ فیصلہ کرتے ہوئے محسوس ہوا ہو گا۔ کہ فلاں کام یوں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ بلکہ اسے یوں کرنا چاہیئے تھا" ایسا ہی ہم نے نوجوانوں اور بوڑھوں کو بارہا یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ ع

من نہ کردم شما حذر بکنید

گویا انہیں بھی ایک مدت مدید کے بارہا تجارب کے بعد ایک قوی شعور ہے۔ کہ جو کچھ انہوں نے کیا۔ ویسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ انسان کی تمام ترقیات کا دارومدار صرف یہی ایک سہ لفظی جملہ ہے "چاہیئے نہ چاہیئے"

جب آپ انسانی تاریخ پر نظر ڈالیں گے۔ تو آپ پر روشن ہو جائیگا۔ کہ جب سے نسل انسانی کا سلسلہ چلا ہے۔ اب تک انسان کے زبان زد یہی فقرہ رہا ہے یعنی ایک کام پر انسان نے ہاتھ ڈالا۔ اور بعد کو معلوم ہوا کہ اس کام کو یوں نہیں یوں کرنا چاہیئے۔ اب تک جو انقلاب جو تغیر۔ انسان کی خوراک میں۔ لباس میں۔ مکان میں۔ نقل وحرکت میں۔ صناعات میں۔ فنون تجارت میں اور باقی اجتماعی معیشت کے شعبوں میں آیا ہے۔ وہ صرف اسی ایک شعور کے طفیل ہوا ہے۔ جو انسان کو یہ سمجھاتا ہے۔ کہ اسے یہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ نہیں۔ حتی کہ اس کے پوشیدہ در پوشیدہ اعتقادات اور افکار اور آرام وافعال۔ سب میں یہ سلسلہ انقطاع وپیوست (یہ چاہیئے اور یہ چاہیئے) عمل کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ وہ کہیں اوپر کو جا رہا ہے ✦

ایک وہ وقت تھا کہ انسان کچے پکے پھل اور ساگ پات کھا کھا کر گذران کرتا تھا۔ اور برہنہ بدن پہاڑوں کی چوٹیوں پر غاروں کی آڑ میں پناہ گزین ہوتا یا درختوں کی شاخوں۔ تنوں میں بسیرا کرتا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ سمجھ آیا۔ کہ یوں زندگی بسر نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ یوں کرنی چاہیئے۔ مثلاً اگر وہ پہلے معمولی پتھر سے حیوانوں کا مقابلہ یا شکار کرتا تھا۔ تو پھر مدت کے تجربے کے بعد اسے پتہ لگا۔ کہ اس سے بہتر تیز نوکدار پتھر زیادہ کام کا ہو گا۔ پھر ایک وقت آیا۔ کہ اس نے شاخوں کی لچک سے فائدہ اٹھا کر تیر کمان اور تیر کمان سے گوپھن اور گوپھن سے منجنیق اور منجنیق سے بندوق اور بندوق سے توپ اور توپ سے بم کے گولے اور شاید بجلی اور زہریلی ہوائیں اپنے دشمنوں کو تباہ کرنے کے لئے بنائیں مگر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اب وہ سوچ رہا ہے۔ کہ کسی نہ کسی بجلی۔ روشنی۔ حرارت یا ایتھر کے اہتزازات و تموجات کو قابو میں لا کر دشمن کو نیست و نابود کرنا چاہیئے۔

اس ساری سیر حرکت میں جونہی کہ اس نے ایک چیز کی نسبت یہ رائے قائم کی۔ کہ یوں چاہیئے۔ فوراً اسی تجربے کے بعد اس میں کوئی نہ کوئی نقص معلوم ہو گیا جس کے دور کرنے کے لئے اسے ساتھ ہی تدبیر بھی سوجھ گئی۔ خدا جانے۔ کہ ایک معمولی پتھر سے ایک بھالے اور نیزے بلکہ تیر کمان تک ترقی کرنے میں اسے کیا کیا اتفاقات دیکھنا پڑے کیا کیا مشکلات کا سامنا ہوا ہو گا۔ کہ جن کی وجہ سے ان کے نقصوں کو "یہ چاہیئے" "یوں چاہیئے" کہتے ہوئے اس نے دور کیا۔ میں نے مندرجہ بالا ایک محسوس سادہ سی مثال دی ہے۔ اس کو خود آپ انسانی معیشت کے ہر ظاہری و باطنی شعبہ میں (اور وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں) بعینہ چسپاں کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ کہ آیا اس کی تمام نقل وحرکت کا محور صرف یہی ایک شعور نہیں؟ جس سے وہ "چاہیئے نہ چاہیئے" کے مابین فرق کو معلوم کرتا ہوا دن بدن ترقی کر رہا ہے۔

اسی (چاہیئے نہ چاہیئے) پر انسان کی تمام سیر ترقی کی بنیاد ہے۔ اور وہ حیرت انگیز انقلاب جو دنیا میں نظر آ رہا ہے۔ صرف اسی کی بدولت ہے۔

ہم موجودہ حالت اور قدیم زمانہ کی طرز معیشت کے مابین فرق کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ہمیں بچپن میں ہی کسی مکان کے اندر بند کر دیا جاتا۔ اور پھر ہمارے لئے یہ بھی ممکن ہوتا۔ کہ ہم وہیں ایک مدت تک پرانے زمانہ کی تاریخیں اور روایات مطالعہ کرتے رہتے۔ اور اس طرح ہمارے ذہن میں ایک مستقل تصویر پیدا ہو جاتا۔ اور پھر ہم اس تاریک کوٹھڑی سے نکل کر موجودہ دنیا کی تمدنی حالت کا اندازہ کرتے۔ تو ممکن ہے۔ کہ اس انقلاب کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ✦

جب میں سفر شام سے تقریباً سات سال کے بعد لاہور واپس آیا۔ تو مجھے لاہور کے بعض حصوں کا پہچاننا دشوار ہو گیا۔ نہیں بلکہ اس سے حیرت انگیز یہ بات ہے کہ میں اپنے چھوٹے بھائیوں کو بھی بالکل شناخت نہ کر سکا میں جانتا ہوں۔ کہ میرے احباب اس بات پر متعجب ہونگے لیکن جو تغیر اس سات سال کے عرصہ میں واقع ہوا۔ اس کو صحیح طور پر میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ مگر آپ چونکہ انہی حالات میں رہے۔ اور ہر ایک تغیر جو آپ کے سامنے ہوا۔ وہ نہایت تدریجی طور پر ہوا۔ اس لئے آپ کو اس تغیر کا سمجھنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

میرا مطلب یہ ہے۔ کہ انسان ہر زمانہ میں بالکل ایک دوسرا انسان ہوتا ہے۔ اور وہ اسی لئے متغیر ہو رہا ہے۔ کہ اس کے نفس میں اس کے سارے افکار واعمال کے لئے ایک شعور ہے۔ جو اسے ہمیشہ یہ بات جتلاتا رہتا ہے۔ کہ اس کو اپنے ہر قسم کے اعمال کو اِس طرح یا اُس طرح ادا کرنا چاہیئے تھا۔ اور خود یہ شعور بھی ضرورات و حاجات و تجارب و مشکلات کے سبب سے ہر وقت پیدا ہوتا اور ترقی کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ مثال سے واضح ہے۔

اس سیر ارتقار کا انسان کی خود اپنی ذات میں اصل محرک کیا ہے؟ اور اس کے سلسلہ کا انتہائی حلقہ کہاں تک جاتا ہے۔ ان دو سوالوں کا جواب میں آگے چل کر بتلاؤں گا۔

علماء اور فلسفیوں نے انسان اور حیوان کے درمیان مابہ الامتیاز کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار کیا ہے مگر میری رائے میں ان دونوں میں بجز اس کے کوئی فرق نہیں۔ کہ ایک کو "چاہیئے نہ چاہیئے" کا شعور ہے اور دوسرے کو نہیں۔

ایک بلی یا کتے کی مثال کو لو۔ گھر میں کھانے کی چیز پڑی ہے۔ بلی یا کتا آتا ہے۔ اس میں منہ ڈالتا ہے

ہم اُسے دھتکارتے ہیں۔ مگر جونہی کہ اُسے موقعہ ملتا ہے پھر وہ آتا۔ اور اسی برتن میں منہ ڈالتا ہے۔ آپ دس دفعہ سو دفعہ۔ ہزار دفعہ منع کریں۔ وہ باز نہ آئے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اپنی بھوک کے طبعی تقاضا کے ماتحت کھانے کی چیز کی طرف لپکیگا۔ قطع نظر اسکے کہ اس چیز کا کھانا اس کے لئے جائز ہو گا یا نہیں؟

ایسا ہی گھوڑے کی مثال لیجئے۔ ایک چھوٹا بچہ اس کی ٹانگوں پر چھڑی مار دیتا ہے۔ اس کے جواب میں گھوڑا بھی ایک دولتی جھاڑ دیتا ہے۔ جتنی دفعہ بچہ اسے مار یگا۔ اتنی دفعہ گھوڑا بھی اپنی دولتیوں سے جواب دیگا۔ گھوڑے کو یہ خیال ہرگز نہ آئے گا۔ کہ بچہ اُسے کس غرض اور نیت سے مار رہا ہے۔ لیکن اگر وہی بچہ ایک انسان کو مارے۔ تو یہ کبھی نہ ہو گا۔ کہ وہ ہر دفعہ اس کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارے۔ بلکہ وہ یہی خیال کریگا کہ نادان بچہ اُسے ہنسی یا کھیل سے مار رہا ہے۔ اس لئے کہ انسان کو شعور ہے۔ کہ ایسی حالت میں بچہ کو مارنا نہ چاہئیے۔ مگر بر خلاف اس کے حیوان کو ایسی بات کا شعور نہیں۔

حیوان اپنی طبیعت کا بقطع نظر اعتبارات تابع ہے۔ اور انسان بھی اپنی حیوانی طبیعت کا تابع ہے۔ لیکن ساتھ ہی انسان کو بہت سے اعتبارات کا لحاظ ہوتا ہے۔ جس کے سبب سے وہ "چاہیئے" "نہ چاہیئے" کے درمیان تمیز کرتا ہے۔ اور ہمیشہ اسے یہ شعور ہوتا ہے۔ کہ جو چاہیئے تھا وہ دکیا۔ اور جو نہ چاہیئے تھا وہ کیا۔ اور یہ فرق جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ ایک نہایت ہی عظیم الشان فرق ہے۔ جس کا اثر انسان کی تمام ترقیات و تنزل پر حاوی ہے۔

ہمارے آقا و محسن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فلسفہ اسلام پر بحث کرتے ہوئے قرآن مجید کی آیات سے استنباط کرکے ایک نہایت ہی دقیق نفسی فلسفی کی بنیاد ڈالی ہے۔ چنانچہ بقول آنجناب قرآن مجید بشری نفس کو تین حالات میں تقسیم کرتا ہے:۔

(۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئنہ

۱۔ نفس امارہ۔ طبعی حیوانی تقاضوں سے مرکب ہے۔ امارہ امر سے مشتق ہے۔ اور صیغہ مبالغہ ہے۔ یعنی اپنی خواہشوں میں حد سے زیادہ امر کرنیوالا۔ اور صیغہ مبالغہ اس لئے بھی کہ ایک خواہش دوسری خواہش اور دوسری خواہش تیسری کو پیدا کرتی رہتی ہے۔ یعنی نفس بشری میں یہ صفت اعتیاد ہے۔ کہ وہ اپنے طبعی تقاضا کے پورا کرنے میں طبعی حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اس لئے اس زیادتی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ خواہشیں بجائے اچھی اور مفید ہونے کے بُری اور مضر ثابت ہوتی ہیں۔ وہ نفس امارہ بالخیر نہیں رہتا۔ بلکہ بالسوء بنجاتا ہے۔

بیروت میں ایک خندیک نامی امریکن ڈاکٹر تھے ایک دعوت میں میزبانوں نے اپنے "من شاتی" کی عادت کے موافق (یعنی ہماری خاطر یہ مٹھائی یا وہ پھل کچھ اور کھا لیجئے) ان کو زیادہ کھلا دیا۔ دوسرے دن بیچارے بیمار ہو گئے۔ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سیدھے میزبان کے مکان پر جاکر دروازے پر دستک دی اور ان سے پانی طلب کیا۔ کہ گدھے کو پیاس لگی ہے جونہی کہ گدھے نے پانی پی کر اپنا سر اُٹھایا۔ انہوں نے لگام کو کھینچ کھینچ کر اس کی تھوتھنی کو پھر پانی کی طرف کو جھکایا اور کہا کہ کچھ اور پی لو۔ پانی بہت ہے۔ "من خاتی" یعنے میری خاطر ہی سہی۔ لیکن اس کی بلا سمجھے آخر میزبان کو مسکرا کر کہا کہ یہ گدھا تو مجھ سے عقلمند نکلا۔

میں نے ابھی کہا ہے۔ کہ حیوان و انسان دونو اپنے طبعی تقاضوں کے ماتحت ہوتے ہیں۔ لیکن ایک اپنی حد طبعی سے نہیں بڑھتا۔ اور دوسرا بڑھ جاتا ہے اور اس کے اس فعل کا رد فعل (یعنی عکس نتیجہ) یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں ندامت و ملامت پیدا ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے۔ کہ یوں نہیں چاہیئے تھا۔ بلکہ یوں چاہیئے تھا۔ نفس کی اس حالت صفت کا نام لوامہ ہے یعنے بہت ملامت کرنیوالا۔ مبالغہ کا صیغہ اس لئے ہے کہ وہ بار بار نادم ہو کر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے مبالغہ کا صیغہ اس لئے بھی ہے۔ کہ یہ صفت صرف اسی قسم کے اعمال ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ ایک وسیع معنی (یعنی ایسی بات کا کرنا جو ملائم یعنی موافق حالت نہیں) کے لحاظ سے انسان کے سارے حرکات و سکنات و افکار و معتقدات پر شامل ہے۔ مبالغہ کا صیغہ اس لئے بھی ہے۔ کہ اس صفت کا شمول نہ صرف گذشتہ و حاضر بلکہ آیندہ زمانہ پر بھی ہے۔ مبالغہ کا صیغہ اس لئے بھی ہے۔ کہ ہر ایک کام کہ وہ کرتا ہے۔ بتجربتاً پاتا ہے کہ وہ اس کی حالت کے ٹھیک ملائم نہیں۔ اس لئے اسے کماحقہ موافق و لائق بنانے کے لئے باریک در باریک تبدیلیوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور اس لئے بار بار ملائمت و موافقت کی جستجو کرتا رہتا ہے۔

غرض نفس لوامہ اس کی وہ حالت شعور ہے۔ جس سے اس کے نامۂ اعمال پر "چاہیئے نہ چاہیئے" کا فتویٰ جاری ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کا تعلق صرف بُرے کاموں تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ایک اچھا انسان بھی اپنے نیک اعمال کے متعلق ہمیشہ یہی احساس پاتا ہے۔ کہ اس طرح نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ ایمان میں بھی زیادتی اسی نفس کے باعث سے ہوتی رہتی ہے۔

قرآن مجید نے جو قیامت کے ثبوت دیے ہیں۔ ان میں سے ایک نفس لوامہ بھی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ لا اقسم بیوم القیامة ولا اقسم بالنفس اللوامه۔ یعنے میں ضرور ضرور قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔ اور ایسا ہی نفس لوامہ کی بھی قسم کھاتا ہوں۔ یعنی قیامت کے ثابت کرنے کے لئے ہمیں ہمارے نفس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور قیامت کے واقعہ ہونے پر نفس لوامہ کو بطور شاہد کے پیش کیا ہے۔ چونکہ یوم آخرت انسانی تمام ترقیات کا کامل مظہر ہے۔ اور اس میں انسان آخر کار اس مقام معرفت و قدرت پر پہونچ جائیگا۔ جو اس کے لئے مقدر ہے۔ اور اس کمال کے مقام کو حاصل کرنے کے لئے انسان میں ایک استعداد ہے۔ اور وہ اسی لئے پوری ہو رہی ہے۔ کہ اس کے نفس میں یہ شعور ہے۔ کہ "فلاں فعل چاہیئے فلاں نہ چاہیئے"۔ اور میں بتا چکا ہوں کہ انسان اسی شعور کے بدولت دن بدن ترقی کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس کے نفس لوامہ کا یہ مقتضا پورا ہونے کے لئے ایک وسیع وقت کی ضرورت ہے۔ کہ جو اس کی تمام ترقیوں کا مظہر ہو سکے۔ پہنیں بلکہ نفس لوامہ کا لازمی نتیجہ وہ آخری یوم ہے۔ جو اس کا غایہ کمال ہو گا۔

چونکہ حیات دنیا میں فرد انسان کا قیام چند روزہ ہے اس لئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نفس لوامہ کا یہ مقتضا بالکل پورا نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ عظیم الشان انبیاء میں بھی کامیابی کے بعد بھی ایک شعور رہتا ہے۔ کہ جو کچھ کر چکے ہیں۔ وہ بہت کم ہے۔ اور ابھی ہمیں اور بہت کچھ کرنا چاہیئے۔

یہ لاانتہا ترقی کی خواہش ایک طبعی تقاضا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خالق فطرت نے انسان کے لئے اس کے طبعی تقاضوں کے پورا کرنے کے سامان و اسباب مہیا کر دئے ہیں۔ یہ ایک عام قانون ہے۔ جہاں انسان میں پانی کی خواہش ہے۔ وہاں پانی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جہاں انسان کو ایک عظیم الشان شعور دیا ہے۔ ہو نہیں سکتا۔ کہ اس کے لئے سامان مہیا نہ کئے ہوں۔ یہ جملہ معترضہ کے طور پر میں نے اپنے احمدی احباب کو اپنے آقا کا فلسفہ یاد دلایا ہے۔ اور میری غرض اس سے یہ ہے۔ کہ حیات آخرہ میں بھی جو ترقیات ہیں وہ اسی "چاہیئے نہ چاہیئے" کے شعور کا ایک مظہر ہیں اور اس کا اثر نہ صرف انسان کے باہر کی چیزوں پر ہو رہا ہے۔ بلکہ اس کی باطنی طبیعت پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان ایک مٹی کو لے کر مختلف صورتوں میں تبدیل کر دیتا۔ اور مختلف معدنیات کو لے کر ان کے مختلف خواص میں ایک نیا تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ ایسا ہی اس کے نفس لوامہ کا اثر۔ اس کی شکل پر۔ اس کے صفات پر نہایت مخفی طور پر ہو رہا ہے۔ اس میں خالق فطرت کا ایک پرتو ہے۔ جو کہ ظاہری کون یا اندرونی تکوین پر ہمیشہ اپنے آثار پیدا کرتا رہتا ہے۔ اگرچہ ہمیں اس انقلاب کا شعور نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ ضرور ہو رہا ہوتا ہے۔ اور اس انقلاب کے نتیجہ میں جو افعال و اعمال انسان سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کا نام اگر **اخلاق** رکھا جائے۔ تو بالکل بجا ہو گا۔ کیونکہ وہ بھی انسانی طبیعت میں سے ایک نئی چیز کا پیدا کرنا ہے۔ حیوان اپنی طبیعت میں سے نئے مختلف افعال پیدا نہیں کرتا جیسا کہ انسان کرتا ہے۔

خلق کے معنے پیدا کرنے کے ہیں۔ اور اسی سے لفظ خلیق نکلا ہے۔ جس کے معنے "چاہیئے ہے" اور اخلاق کے سادہ معنے یہ ہونگے۔ کہ ایسے اعمال جو انسان کو کرنے چاہئیں۔ اور جس طرح انسان کا "چاہیئے نہ چاہیئے" کا شعور متغیر ہوتا رہتا ہے۔ ایسا ہی اخلاق میں بھی بار یک در باریک تحسین و تزیین کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ ان میں اصولی طور پر ایک یگانگت ہوتی ہے۔ لیکن فروعات میں وہ باریک در باریک اختلاف رکھتے ہیں۔ اور یہی اخلاق انسانی کی ترقی کا سارا دارو مدار ہیں۔ اور اسی لئے ہمارے سید و آقا سرور کائنات محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ عظیم الشان دعویٰ فرمایا ہے کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں۔ کہ اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق کو کامل کروں۔ اب جب تک انسان ترقی کر رہا ہے اور جس غایۃ اخلاقیہ یعنی "چاہیئے نہ چاہیئے" کی طرف روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ وہ ہمارے آقا کی غرض بعثت کو پورا کر رہا ہے

میرے معزز احباب! میں اس سلسلہ مضامین میں فلسفہ اخلاق پر بحث کر کے یہ بتلاؤں گا۔ کہ دین کا دائرہ تاثیر کہاں تک وسیع ہے۔ اور ہمارے آقا و سید محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکھلائے ہوئے اخلاق کا افق کہاں تک بلند ہے۔ اور کسقدر پر حکمت ہے یہ مضمون اپنی ذات میں نہایت اہم ہے۔ کیونکہ ایک قوم کی زندگی اور موت کا مدار اسی ایک اخلاقی نقطہ پر ہے۔ جس قوم کو "چاہیئے نہ چاہیئے" کے درمیان تمیز نہیں ہے۔ اور وہ ایک حالت سے دوسری حالت تک ترقی نہیں کرتی۔ وہ قوم جامد ہے۔ یعنی مردہ۔ جب آپ کسی قوم کو ایک ہی حالت پر ٹھہرے ہوئے دیکھیں اور اسی بات پر مصر پائیں۔ کہ جس حالت میں وہ ہے۔ وہی "چاہیئے" کی آخر حد ہے۔ یقیناً جانئے کہ وہ زندہ قوم نہیں۔ (وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم العزیز)*

خدا کا تازہ کلام

خطبہ الہامیہ

قیمت عمر

دفتر ناظر صاحب تالیف و اشاعت قادیان سے طلب فرمائیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

مفوضہ دینی کام کو مرتے دم تک کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۰ - اکتوبر ۱۹۱۹ء

(مرتبہ مہر محمد خان شہاب احمدی - مالیر کوٹلوی)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ:-

دینی اور دنیاوی حکومتوں میں فرق

میں آج آپ لوگوں کو ایک نہایت اہم معاملہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں قادیان کے لوگوں کے لئے تو یہ بات نہایت ضروری ہے ہی۔ لیکن باہر کے لوگوں کے لئے بھی اس کی ضرورت میں شبہ نہیں۔ آسمانی سلسلوں کی ترقی کے ساتھ ان کے کاموں میں ترقی ہوتی ہے۔ اور پھر اسی طرح کام کرنیوالوں کی ضرورت پیش آتی ہے دنیاوی سلسلوں اور حکومتوں میں حکومت نیچے سے اوپر جاتی ہے۔ اس لئے اصل حاکم اور مختار رعایا ہوتی ہے۔ اور رعایا کے افراد کا حق ہوتا ہے۔ کہ جس کام میں چاہیں حصہ لیں۔ اور جسمیں چاہیں نہ لیں۔ نہ انہیں کوئی مجبور کر سکتا ہے۔ نہ انکے کام میں حصہ نہ لینے پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ مگر باوجود اس کے بعض وقت ایسے ہوتے ہیں۔ کہ افراد کی آزادی خطرے میں ہوتی ہے۔ اسوقت کے لئے ہمیشہ سے یہ قانون چلا آیا ہے۔ کہ اس وقت افراد کی آزادی [illegible] کی پروا نہیں کی جاتی۔ بلکہ اسوقت جبری حکومت کی جاتی ہے۔ جیسے پچھلی جنگ میں جبکہ آزادی خطرے میں تھی۔ اسوقت اگر مقابلہ کرنے والی سلطنتیں انتظام نہ کرتیں۔ تو جرمن فتحیاب ہو جاتا۔ اس لئے وہ آزادی جو سینکڑوں برس سے افراد کو حاصل تھی۔ سلب کر لی گئی۔ حکومت کو تمام افراد پر کلی اختیار دیا گیا جتنے لوگ کام کے اہل تھے۔ ان کی زندگیاں غلاموں کی طرح کر دی گئیں۔ جو فوج کے قابل تھا۔ اسے جبراً فوج

میں داخل کیا گیا۔ جو مزدوری پیشہ تھا۔ اُسے جبراً مزدوری کے کاموں پر لگایا گیا۔ جو حفاظت کے کاموں کے قابل تھے۔ ان کو مختلف دفاتر میں کلرکوں کی طرح لگا دیا گیا جو صنعت و حرفت میں کام دے سکتے تھے۔ انہیں جبراً وہاں لگایا گیا۔ جو زراعت پیشہ تھے۔ ان کو جبراً زراعت کے کاموں پر لگایا گیا۔ اس میں نہ بڑے کا سوال تھا۔ نہ چھوٹے کا۔ شہزادے تھے تو ان کی۔ اور اگر عوام تھے تو ان کی آزادی قربان کر دی گئی تھی۔ اور قانون کے ماتحت سب کی آزادی چھین کر گورنمنٹ کو دی گئی تھی۔ تو ایسے مواقع پر ایسا ہی کرنا پڑتا ہے ۔

مگر دینی حکومت اس کے خلاف ہے۔ یہ حکومت نیچے سے اُوپر کو نہیں بلکہ اُوپر سے نیچے کو جاتی ہے۔ دینی حکومت میں درخواست نہیں کی جاتی۔ حکم دیا جاتا ہے خدا کی طرف سے حکم آتا ہے۔ کہ یہ کام کرو۔ وہاں حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اس طرح کرنا ہو گا۔ خدا کا فرمان ہے۔ کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس لئے ایسا کرو۔ تمہارا فرض ہے کہ مانو۔ ہم نے تمہیں ہی نہیں تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ پس تم ہمارے اس حکم کو مانو۔ اور ہمارے حکم پر ایمان لاؤ۔ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں۔ تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ اور تمہاری دیگر ضروریات کو مہیا کرتے ہیں پھر تمہاری آیندہ نسلوں کو پیدا کرینگے۔ ان کی حفاظت کرینگے تمہاری پیدائش ہمارے قبضہ میں ہے۔ تمہاری زندگی ہمارے قبضہ میں ہے۔ اور تمہارا مرنا بھی ہمارے ہی قبضہ میں ہے۔ اور پھر مرنے کے بعد بھی تم ہمارے قبضہ سے باہر نہ ہوگے۔ اور تمہارا ہمیں سے تعلق رہے گا۔ پس کیا بلحاظ حسن کے اور کیا بلحاظ احسان کے۔ ہم جس طرح تمہیں حکم دیں۔ اسی طرح تمہیں کرنا ہو گا۔ اور ہم جس طرح چاہیں تم سے سلوک کریں۔ سوال کے طور پر نہیں۔ اور عرض کی شکل میں نہیں۔ بلکہ مالکانہ اور خالقانہ رنگ میں اعلان ہوتا ہے کہ اس کی فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کرو ۔

یہ وہ بادشاہ نہیں جس کو تم منتخب کرتے ہو۔ بلکہ وہ جب سے بادشاہ ہے کہ تم نہ تھے۔ وہ جب سے بادشاہ ہے جب تمہارے باپ دادا نہ تھے۔ وہ جب سے بادشاہ ہے۔ جبکہ تمہارے باپ دادا ہی نہیں۔ ابوالبشر آدم بھی پیدا نہ ہوا تھا۔ وہ بادشاہ ہے۔ جب سے کہ زمین نہ تھی وہ بادشاہ ہے۔ جبکہ وہ باریک ذرّے بھی نہ تھے جن سے زمین پیدا ہوئی ہے۔ پھر اس کی حکومت ہمارا منتخب ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اور وہ ہمارا منتخب ہو کر ہم پر حکومت نہیں کرتا۔ ہم نے جو کچھ حاصل کیا۔ اسی سے حاصل کیا۔ اس لئے اس کے حکم مقتدرانہ ہوتے ہیں کہ ہم یہ حکم نازل کرتے ہیں۔ اس کی اطاعت کرو ۔

دنیاوی حکومتیں رعایا اور دینی خدا قائم کرتا ہے

پس یہ رنگ اُور ہے اور وہ اَور دنیاوی حکومتوں میں خواہ کام جبراً لئے جائیں۔ خواہ مرضی سے۔ لیکن عرفاً اور عقلاً وہ حکومت ہوتی رعایا کی ہے۔ حکومت کو جسقدر اختیارات ملتی ہیں۔ وہ سب کے سب نیچے سے ہی ملتے ہیں۔ خواہ ان کی حقیقی اور دلی مرضی کر خواہ ظاہری سے۔ مگر بہر حال وہ حکومت ہوتی انہی کی رضا کے ماتحت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکومت لوگوں کی رضا کے ماتحت نہیں ہوتی۔ اگر سب کے سب لوگ انکار کر دیں۔ تو کوئی بادشاہ ان سے اپنی حکومت نہیں منوا سکتا۔ کونسی حکومت ہے۔ جو ایسے لوگوں پر حکومت کر سکے لیکن خدا کی حکومت کی یہ حالت نہیں۔ اگر سب کے سب لوگ۔ اس کی خدائی ماننے سے انکار کر دیں۔ تو وہ اپنی خدائی کو نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ وہ کہیگا۔ تم انکار کرتے ہو۔ میں تم سے منواتا ہوں۔ دنیا نے انکار کیا۔ اس نے کہا کہ منوا کے چھوڑوں گا۔ وہ اپنی حکومت کی شان کو بڑھانے کے لئے لوگوں میں سے ہی ایک شخص کو بھیجدیتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ میں اس شخص کے ذریعہ اپنی حکومت منواؤنگا وہ لوگ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ یہ ہم سے ادنیٰ ہے ذلیل ہے۔ نہ اس کے پاس دولت ہے نہ جتھا ہے نہ حکومت ہے۔ خدا کہتا ہے۔ کہ ہاں میں اسی کے ذریعہ منواؤں گا۔ اور بالآخر دنیا کو اس کی اطاعت قبول کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ قدیم و قدیر اور خالق و مالک شہنشاہ کی طرف سے بادشاہ ہوتا ہے۔ اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے احکام کے آگے بھی نہیں نہیں سُنی جاتی ۔

جسمانی اور رُوحانی۔۔

حکومتوں میں یہ فرق ہوتا ہے۔ روحانی احکام کے نیچے نہیں نہیں سُنا جاتا۔ لیکن دنیاوی معاملات میں نہیں کہا جا سکتا ہے۔ دنیاوی معاملات میں ایک حد تک افراد کی آزادی میں حکومت دخل نہیں دے سکتی۔ مگر روحانی حصہ میں کسی شخص کو اختیار نہیں کہ انکار کرے۔ کیونکہ روحانی حکومت اُوپر سے آتی ہے۔ دنیا کے بادشاہ حقیقی بادشاہ نہیں۔ لیکن خدا حقیقی بادشاہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ کوئی حکومت جب کسی شخص کو کسی کام پر مقرر کرتی ہے۔ وہ کہدیتا ہے۔ کہ میں نہیں مانتا۔ قانون بنا کر لاؤ۔ یہ حکم محض شخصی ہے۔ اور یہ شخصی سوال ہے اس لئے نہیں مانتا۔ پھر کام کرتے کرتے استعفیٰ پیش کر دیتے ہیں یا کہدیتے ہیں۔ جاؤ۔ ہم نہیں کر سکتے۔ استعفار کے معنے طلب عفو کے ہیں۔ کہ مجھے معاف فرمایئے۔ لیکن دنیاوی حکومتوں میں استعفار کے معنے وہ نہیں ہوتے جو عربی میں ہیں۔ بلکہ پنجابی معنے ہوتے ہیں۔ کہ "جا میاں معاف کر" عربی میں تذلل اس کے معنوں میں پایا جاتا ہے لیکن پنجابی یا اُردو میں اس کے یہ معنے نہیں۔ بلکہ اس کے معنے ہوتے ہیں کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ جاؤ سر نہ کھاؤ۔ معاف کرو۔ بس اب زیادہ پریشان نہ کرو۔ ہم کام چھوڑ کر چلے جائینگے" اس کے مقابلہ میں شرعی حکومت میں استعفار کا قانون نہیں ہے حکومت کے ماتحت وہ کام کرتے ہیں۔ جو ان کو پسند ہوتے ہیں۔ لیکن شریعت میں یہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ کام کریں۔ جو لوگوں کو پسند ہو۔ بلکہ وہ کرنا پڑتا ہے۔ جس کا شریعت حکم دے۔ اور اس شخص کا حق نہیں ہوتا کہ وہ جواب دے۔

جس شخص کو دین کے کام پر لگایا جائے وہ مستعفی نہیں ہو سکتا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو کمانڈر انچیف مقرر کیا۔ یہ نہیں کہ وہ اہلیت زیادہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ایک حکم تھا۔ جس کی اطاعت اسامہ پر فرض تھی۔ اسامہ نے بھی انکار نہیں کیا۔ اور اسامہ کے ماتحت عمر اور عمرو بن العاص جیسے شخصوں کو کر دیا۔ جن کے نام سے ایشیاء کے لوگ تھرا اُٹھتے تھے۔ اسامہ ان سے بڑا نہ تھا۔ نہ اپنی سپاہیانہ قابلیت میں ان لوگوں سے بڑا تھا۔ کہ وہ اس لحاظ سے اس عہدے کا مستحق تھا اس کو تو اپنے نفس میں فکر ہو گی۔ کہ یہ اتنے بڑے بڑے لوگ

Digtized by Khilafat Library

کیوں میری بات ماننے لگے۔ وہ تو اُسے ایک ابتلاء اور آزمایش خیال کرتا ہو گا۔ مگر وہ اس کو رد نہ کر سکتا تھا۔ نہ اس نے کیا۔ کیونکہ اس حکم کی بجا آوری اس کی جان کے ساتھ وابستہ تھی ؛

ناواقف لوگ، سمجھتے ہیں۔ اور منافقوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں سمجھا کہ اسامہ رسول کریمؐ کے لئے پالک کا بیٹا ہے۔ اس کو ناجائز طور پر افسری دے دی۔ لیکن نادان نہیں جانتے۔ کہ اسامہ تو اس کو اپنی شہادت خیال کرتا تھا۔ مثلاً آج ہم تبلیغ کے لئے کوئی وفد بھیجیں۔ اور زید یا بکر کو جو ایک چھوٹے درجہ کا آدمی ہو۔ اور کوئی علمی قابلیت اپنے اندر نہ رکھتا ہو۔ اس کے ماتحت مولوی سید سرور شاہ صاحب یا حافظ روشن علی صاحب۔ قاضی سید امیر حسین صاحب کو کر دیں تو کیا ایسا شخص جس کو ان پر افسر کیا جائے۔ اس افسری پر خوش ہو سکتا ہے۔ اور فخر کر سکتا ہے؟ یقیناً وہ تو اسے آزمایش خیال کرے گا۔ اور جانے گا۔ کہ مجھ پر امتحان کا وقت آ رہا ہے ؛

پس ایسی حالت میں اسامہ نے اپنے تئیں اس کام کے جو اسے سپرد کیا تھا۔ ناقابل ظاہر کر کے علیحدگی نہیں چاہی۔ اور یہ نہیں کہا کہ میں استعفیٰ پیش کرتا ہوں۔ اور اگر وہ ایسا کرتا۔ تو اس کے معنے یہ ہوتے کہ میں دین سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ اسی طرح ہم دوسرے کاموں کو دیکھتے ہیں کہ مثلاً حضرت عمرؓ ابو عبیدہ کو کمانڈر مقرر کرتے ہیں۔ اور ان کے ماتحت خالد کو کرتے ہیں۔ جو ایسا شخص ہے۔ لڑائی میں پیدا ہوا۔ لڑائی میں پلا اور جوان ہوا۔ اور جس کے سر کی چوٹی سے پاؤں کے تلوؤں تک کوئی جگہ ایسی نہ تھی۔ جس پر تلوار اور نیزے کے زخم نہ ہوں۔ ابو عبیدہ وہ شخص ہیں جو واعظ اور امین تو ہیں۔ مگر سپاہیانہ اوصاف کے نہیں۔ ان کے ماتحت خالد کو کیا جاتا ہے ابو عبیدہ یہ نہیں کہتے۔ کہ میں اس خدمت کا اہل نہیں مجھے معاف کیا جائے۔ وہ یہ نہیں کہتے۔ کہ میں اس خدمت کے لائق نہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ مجھے اس بوجھ سے سبکدوش کیا جائے۔ وہ اس خدمت کو بجا لاتے رہتے ہیں۔ اسوقت تک کہ ان کی جان نکل جاتی ہے ؛

اسلام کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں کہ کوئی شخص دینی کام سے مستعفی ہوا ہو

ساری اسلامی تاریخ میں اس خلافت کے عرصہ میں جو رسول کریمؐ نے مقرر کیا ہے۔ کسی کا استعفاء نظر نہیں آیا۔ کہ کسی شخص نے یہ کہا ہو۔ کہ میں اس کام کو پسند نہیں کرتا۔ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میں استعفاء پیش کرتا ہوں۔ اس عرصہ میں صرف ایک نظیر استعفاء کی ملتی ہے۔ جو وہ بھی اس طرح نہیں کہ اس کام سے نفرت کے باعث استعفا پیش کیا گیا ہو۔ وہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے وقت کا ہے کہ ایک قاضی جو بہت بڑی عمر کے ہو گئے تھے اور چلنے پھرنے اور گھر سے نکلنے تک سے معذور ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان سے عرض کیا تھا۔ کہ اگر اجازت ہو۔ تو میں اپنے کام سے استعفا پیش کرتا ہوں۔ اور وہ واقعہ میں اس کام کے ناقابل تھے۔ چونکہ وہ دور رہتے تھے۔ اس لئے ان کی حالت کا حضرت عثمان رضؓ کو علم نہ تھا ؛

بس یہی ایک مثال ہے۔ جو استعفاء کی ملتی ہے ورنہ اسلام کے سارے زمانے میں ایک بھی نظیر نہیں کہ کسی شخص کو کسی کام پر مقرر کیا گیا ہو۔ اور اس نے اس کام سے نفرت یا خلاف طبعیت ہونے کے باعث علیحدگی چاہی ہو۔ اور کہا ہو کہ یہ کام میری طبیعت کے مخالف ہے۔ اور مجھے اس کام سے لگاؤ نہیں۔ یہ کام میری لیاقت سے بالا ہے۔ مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔ کیونکہ یہ نفس کے دھوکے ہیں ؛

کیا وجہ تھی کہ وہ لوگ مستعفی نہ ہوتے تھے

کیا اسامہ متکبر تھا۔ کہ اس کے ماتحت عمر اور عمرو بن العاص اور خالد بن ولید ایسے اشخاص کو کر دیا یا عرب کے سب لوگ اس قسم کے تھے۔ کہ وہ انکسار مجسم تھے۔ یا عرب کے لوگوں کو ہر ایک کام سے جبراً انہیں متعین کیا جاتا تھا۔ .... فطرتی لگاؤ تھا یا ان سے غلطی نہ ہوتی تھی۔ ان میں سے کوئی بات بھی نہ تھی۔ نہ تو عرب کا ہر ایک باشندہ علم و ہنر کا ماہر کامل ہوتا تھا۔ نہ یہ کہ انتخاب میں غلطی نہ ہوتی تھی۔ اور تو اور بعض اوقات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے انتخاب میں غلطی ہو جاتی تھی۔ پہلے آپ ایک شخص کو مقرر کرتے مگر پھر اس کو بدل دیتے۔ اور اس کی جگہ ایک اور شخص کو کھڑا کر دیتے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر ایک شخص کو افسر مقرر فرمایا۔ لیکن تھوڑی دیر میں اس کو بدل کر دوسرا مقرر کر دیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ انتخاب میں غلطی ہو جاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے خالد کو افسر بنایا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ان کو بدل کر ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر فرما دیا۔

بیعت کی حقیقت

ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک شخص احق تھا۔ لیکن اس ادل بدل میں کسی نے یہ نہیں کہا۔ کہ مجھے اس کام سے معاف فرمایا جائے۔ کیونکہ جب انہوں نے بیعت کی تھی۔ تو بیعت کرنیوالے کو اختیار نہیں ہوتا۔ کہ وہ یہ سوال اُٹھائے۔ ...... کہ میں نہیں کر سکتا۔ یا وہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بیعت کرنیوالے نے اپنی آزادی تو بیچ دی۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں یہ نہیں کر سکتا تو اس نے خدا کے ہاتھ پر یا اس کے نائب کے ہاتھ پر کیا بیعت کی؟ کیونکہ وہ تو وہ کام کرتا ہے۔ جو اس کا نفس چاہتا ہے۔ جب نفس کے خلاف ہوتا ہے تو کہدیتا ہے۔ کہ میرا استعفا ہے۔

مثنوی والے کہتے ہیں کہ چوہا اُونٹ کی مہار پکڑ کر اُدھر لے جاتا ہے۔ جدھر اونٹ جا رہا ہو۔ لیکن اگر اونٹ ادھر نہ جانا چاہتا ہو۔ تو آدمی بھی اُدھر مشکل سے لے جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک انسان خدا کے نائب کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُدھر نہ چلے۔ جدھر چلانا اس کو مقصود ہے۔ اور اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کرے۔ تو اس کی باگ خدا کے ہاتھ میں نہیں۔ بلکہ اس کے نفس کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کے ہاتھ میں اس کی باگ تبھی ہو گی۔ جب خدا کے منشاء کو پورا کرے گا۔ اور جدھر کو اس کو کھینچا جائے۔ کھنچتا چلا جائے۔ جب تک یہ نہیں۔ دعوٰے بیعت باطل ہے ؛

افسوس! حریت کے غلط معنے سمجھنے کی وجہ سے جماعت کے بعض لوگوں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے

جب ان کو کوئی کام سپرد کیا جاتا ہے - تو بعض تو کہتے ہیں - ہم اس کام کے قابل نہیں - بعض کہتے ہیں - ہمیں اس کام سے مناسبت نہیں - بعض کہتے ہیں یہ کام ہماری طبیعت کے مخالف ہے - حالانکہ ان کا یہ قول و فعل ان کی بیعت کے مخالف - ان کے ایمان کے مخالف - ان کے اس یقین کے مخالف ہے - جس کے وہ مدعی ہیں - بیعت کے بعد تو مشکل سے مشکل کام پر ان کو لگایا جائیگا - اور ان کا فرض ہوگا - کہ وہ اس کام کو بجا لائیں *

اگر یہ نہو - اور ہر شخص مشکل کام سے جی چرائے تو پھر مشکل کاموں کو کون کرے - اور پھر وہ حصہ خالی رہ جائے - جنگ میں کوئی بھی لائن میں نہ جلئے - دنیاوی معاملات میں بھی ہم دیکھتے ہیں - کہ افسر جہاں کھڑا کرتا ہے وہاں کھڑے ہونا پڑتا ہے - اور افسر کی اطاعت ضروری ہوتی ہے - اسلامی طریق میں استعفاء کا کوئی طریق نہیں دنیاوی جنگوں کے موقعہ پر بھی اگر کوئی شخص استعفاء پیش کرے - تو اس کو سزا دیجاتی ہے - حریت کا دعوے کرنیوالی قومیں جو ذرا ذرا سی بات پر سٹرائک کر دیتی ہیں - جنگ کے موقعہ پر کوئی استعفاء نہیں دیتیں - وہ فلسفی حکومتیں جنمیں ہر ایک شخص رعیت کا مالک کہا جاتا ہے ان میں جنگ کے موقعہ پر کوئی سپاہی استعفا نہیں دیتا اس وقت میں حریت کے دلدادے بھی اس خیال کو چھوڑ دیتے ہیں - اور کوئی استعفاء وغیرہ نہیں ہوتا - تو دینی حکومت جس میں پہلے ہی یہ قانون نہ تھا اس میں کیسے اب ہو سکتا ہے - جو ایسا کرتا ہے - وہ غلطی کرتا ہے - گناہ کرتا ہے - مومن کا فرض ہے - کہ اسے جس کام پر مقرر کیا جاتا ہے - اس کو بجا لائے - اس سے یہ نہیں سنا جا سکتا ہے - کہ اس کو اس کام سے لگاؤ نہیں - اور وہ اس کام کا اہل نہیں - اگر فی الواقعہ وہ اہل بھی نہو گا - اور محض خدا کے لئے اس کام کو کریگا - تو خدا تعالیٰ اس نیک نیتی کے باعث اس کو اس نیک کام کے سر انجام دینے کی توفیق دے گا - اور خدا آپ اسکو ہمت دیگا - اور اس کی طرف سے نصرت اس کا ہاتھ بٹانے کے لئے آئیگی *

دیکھو ابو عبیدہؓ اس کام سے انکار نہیں کرتا جس پر اسے متعین کیا جاتا ہے - اور ابو عبیدہ وہ شخص ہے جسے امین تو کہہ سکتے ہیں - لیکن امت کا سپاہی اور جری نہیں کہہ سکتے - جیسے کہ خالد بن ولید کو کہہ سکتے ہیں - مگر ابو عبیدہ سے جو کام ہوا - وہ خالد سے نہیں ہوا - اس لئے نہیں کہ وہ اہل تھے یا اپنے آپ کو اس کام کا اہل جانتے تھے - بلکہ اس لئے کہ انہوں نے اس کام کو خدا کے لئے اپنے ذمہ لیا تھا - اور خدا کے مقرر کردہ انتظام کے ماتحت لیا تھا - اس لئے خدا نے ان کی مدد کی - اور ان کے ذریعہ نہایت عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو خدا کے لئے اٹھتا ہے - خدا اس کی مدد فرماتا ہے

تو ایک موقعہ پر دنیاوی حکومتوں میں ڈپٹی - نائب تحصیلدار - تحصیلدار - کلرک کو اجازت ہے کہ وہ استعفا دیدیں - مگر دین کے انتظام میں عذر کا موقعہ نہیں ہے - جو ایسا کرتا ہے - اس کے دل پر زنگ بیٹھ جاتا ہے - پھر جب وہ دوسری دفعہ انکار کرتا ہے - تو دوسرا سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے - پھر جب تیسری دفعہ انکار کرتا ہے - تو تیسرا نقطہ لگ جاتا ہے حتی کہ ایک وقت آتا ہے کہ اس شخص کا یہ بار بار کا انکار اس کو ایمان سے محروم کر دیتا ہے - پس جتنا وہ انکار کرتا ہو اتنا ہی اس کا ایمان مرتا چلا جاتا ہے -

اللہ تعالےٰ آپ کو سمجھنے کی توفیق دے - اور وہ اطاعت پیدا کرے - جو وہ اپنے بندوں میں چاہتا ہے کہ پیدا ہو - آمین *

اعلان

مندرجہ ذیل موصی نے خط کا جواب دیتے ہیں انہوں نے چندہ شرط اول ادا کیا ہے - لہذا وصایا داخل دفتر کیجاتی ہیں -

(۱) غلام حسین احمدی ولد مولوی محمد کامل ساکن ڈنگہ ضلع گجرات

(۲) محمد مراد ولد صلاح الدین قوم فقیر ساکن قتال پور ضلع ملتان

سید محمد اسحٰق - افسر مقبرہ بہشتی - قادیان

جناب مفتی صاحب کا خط

عاجز قریب دو ہفتہ سے یہاں لنڈن کے مرکز سے قریباً ۳۰ میل کے فاصلہ پر کنارہ سمندر پر ایک قصبہ میں علاج چشم کے واسطے ٹھیرا ہوا ہے - علاج ایک ڈاکٹر کا ہے - مرض ککروں کا ہے - پہلے بھی تھے - لیکن اس وقت بروقت علاج کے لئے فرصت نہ ہونے کے سبب بہت بڑھ گئے ہیں - موٹے قلم سے کوئی ضروری تحریر کا کام کر لیتا ہوں - یا کوئی موٹی لکھی ہوئی کتاب پڑھ لیتا ہوں اور لٹریچر تقسیم کرتا ہوں - اور زبانی گفتگو کرتا ہوں -

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور کرم سے شفا عطا فرماوے *

رسالہ "ٹرکی کا مستقبل" کے متعلق اعلان

رسالہ "ٹرکی کا مستقبل" جسقدر چھپوایا گیا تھا - تمام شائع ہو چکا ہے - اب بعض احمدیوں اور انجمنوں کے سکرٹریوں کیطرف سے تقاضا ہو رہا ہے کہ یہ رسالہ قیمتاً اشاعت کے لئے بھجوایا جاوے - اس لئے ارادہ ہے کہ یہ رسالہ دوبارہ چھپوایا جاوے چونکہ انجمن ترقی اسلام پہلے کافی تعداد میں یہ رسالہ مفت شائع کر چکی ہے - اب اگر مخلص دوست اور انجمنوں کے سکرٹری اسے قیمتاً خرید کر غیر احمدیوں میں شائع کریں - تو دوبارہ چھپوایا جا سکتا ہے - قریباً اصل لاگت پر یہ رسالہ قیمتاً دیدیا جاوے گا - لہذا جو صاحب یا انجمن اسے قیمتاً خرید کر شائع کرنا چاہے - وہ بواپسی مطلع فرماویں کہ وہ کس قدر جلدیں خرید سکیں گے - تا اندازہ لگا کر اسقدر تعداد میں یہ رسالہ چھپوایا جاوے - غالباً ۸ سینکڑہ کے حساب سے یہ رسالہ مل جائیگا - صحیح قیمت طبع کے بعد ہی معلوم ہوگی - اور اس کے لگ بھگ قیمت کا اندازہ رکھیں - والسلام

مرزا بشیر احمد

ناظر امور عامہ قادیان

اشتہارات

رشتہ ناطہ کے متعلق اعلان

مندرجہ ذیل رشتہ وناطوں کے لئے ناظر امور عامہ سے خط وکتابت کریں ۔

(۱) ایک لڑکا نوجوان احمدی جس کی عمر ۲۱ سال ہے قوم جٹ ۔ زمیندار ۔ دو مربع زمین کا مالک ۔ ضلع منٹگمری کا رہنے والا ۔ نکاح کا خواہشمند ہے ۔ ان سے کوئی رشتہ کرنا چاہے ۔ مزید تفصیلی حالات دفتر امور عامہ سے معلوم کرلے

(۲) ایک صاحب امرتسر کے رہنے والے ۔ حضرت صاحب کے پرانے مخلص ۔ جن کی عمر ۵۰ سال ہے ۔ قوم شیخ نکاح کے خواہشمند ہیں ۔ ان کی پہلی بیوی فوت ہوگئی ہے ان کی آمد ماہانہ ڈیڑھ صد روپیہ تک ہے ۔ سامان خانہ داری وزیور وغیرہ سب کچھ ہے ۔ ان کے رشتہ کے لئے خواہ بیوہ ہی کیوں نہ ہو ۔ مزید تفصیلی حالات امور عامہ سے معلوم کئے جائیں ۔

(۳) ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک قوم حجام سے احمدی سب اسسٹنٹ سرجن نکاح کے خواہشمند ہیں ۔ لڑکی خواندہ ہو ۔ مزید تفصیلی حالات امور عامہ سے معلوم ہوسکتے ہیں ۔

(۴) ضلع لدھیانہ کا ایک لڑکا جس کی عمر ۱۸ سال ۔ قوم سوچی عرف شیخ ۔ دوکانداری کرتا ہے ۔ آمد تقریباً ۲۰ روپے ماہوار تک ہے ۔

(۵) ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک صاحب جن کی عمر ۳۰ سال مغل قوم ۔ مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر ۔ جنکی تنخواہ ۳۰ یا ۳۵ روپیہ ماہوار ہے ۔ نکاح کے خواہشمند ہیں ۔

(۶) ایک صاحب جو ضلع ہوشیار پور کے اسلامیہ مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں ۔ جن کی عمر تقریباً ۲۳ سال ہے ۔ نکاح کے خواہشمند ہیں ۔ ان کے مزید تفصیلی حالات امور عامہ سے معلوم کریں ۔

(۷) ضلع گوجرات پنجاب کے ایک زمیندار جن کی عمر ۲۱ سال پیشہ زمینداری ۔ ۴۰ بیگھہ زمین کے مالک اور جائداد بھی ہے ۔ تعلیم یافتہ ۔ یہ صاحب حافظ بھی ہیں ۔

(۸) ایک صاحب قادیان کے مہاجر ۔ قوم ککے زئی ۔ عمر ۴۰ سال ۔ پیشہ دوکانداری ۔ جن کی پہلی بیوی فوت ہوچکی ہے ۔ نکاح کے خواہشمند ہیں ۔ خواہ بیوہ ہی ہو ۔ قادیان میں رشتہ کرنے کے شائق جلد توجہ فرمادیں ۔

مرزا بشیر احمد ۔ ناظر امور عامہ قادیان

احمدی ٹھیکیداروں اور سب اوورسیروں کو اطلاع

پنجاب میں ایک جگہ نہر نکلنے والی ہے ۔ چار پانچ سال تک کام جاری رہے گا ۔ یہاں پر بہت سے ٹھیکیداروں اور انجنیرنگ کام سے واقف سب اوورسیر اور اوورسیروں کی ضرورت ہوگی ۔ جو احمدی بھائی ٹھیکیداری کرتا ہو ۔ اور وہ یہاں پر ٹھیکہ لینا چاہے ۔ یا کوئی سب اوورسیر یا اوورسیر ملازمت کرنا چاہے ۔ وہ دفتر امور عامہ میں اطلاع دے انہیں اس جگہ کے لئے راہنمائی کرائی جاوے گی ۔ انشاء اللہ

مرزا بشیر احمد ۔ ناظر امور عامہ

ضرورت ملازمین

قادیان کے بورڈنگ ہائی ونگز وغیرہ میں باورچی و نان بائی کی ضرورت ہے ۔ لہذا بذریعہ اس اعلان کے ایسے احمدی دوستوں کو مطلع کیا جاتا ہے ۔ جو نانبائی اور باورچی کا کام جانتے ہوں ۔ ان کے لئے قادیان کی رہائش کا ایک موقعہ ہے ۔ بہت جلد اپنی اپنی درخواستیں امور عامہ میں بھجوادیں ۔ والسلام

مرزا بشیر احمد ۔ ناظر امور عامہ قادیان

ضرورت مدرسین

تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ذیل کی اسامیاں خالی ہیں نقول سندات درخواست کے ساتھ شامل ہوں ۔ یہ سندات واپس نہیں کی جاویں گی ۔

سینیر ڈرائنگ ماسٹر دو ۔ ۲۵ ۔ ابتدائی تنخواہ

نارمل پاس آٹھ ۔ ۱۵ ۔ " "

بی ۔ اے بی ٹی ۔ ایک ۔ تنخواہ حسب لیاقت

ایس ۔ اے وی ۔ ایک ۔ " "

جے اے وی ۔ دو ۔ ۱۲ ۔ ابتدائی تنخواہ

درخواست کنندگان احمدی ہوں ۔ اور تمام درخواستیں ہیڈ ماسٹر کے نام آنی چاہییں ۔

خاکسار محمد الدین ہیڈ ماسٹر قادیان

اشتہار نیابت نظامت اول منصفی درجہ اول

باجلاس مولوی محمد نواب خان صاحب ثاقب ۔ منصف درجہ اول ۔ سرکار ریاست مالیر کوٹلہ

اشتہار

زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی

سادھو رام پسر گوجر مل بانیہ سکنہ موضع فیروزپور ریاست مالیر کوٹلہ ۔ مدعی

صاحبدتا پسر بساوہ ذات چمار ۔ سکنہ موضع فیروزپور ۔ مفقود الخبر ۔ مدعا علیہ

دعویٰ دلاپانے مبلغ ۔ روپے بابت

مقدمہ مندرجہ عنوان میں صاحب دتا مدعا علیہ اپنے مسکن سے غیر حاضر ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے ۔ اب تک اس پر تعمیل کے لئے بہت کوشش کی گئی ہے ۔ لہذا بہ تقرر تاریخ پیشی ۲۲ نومبر ۱۹ء بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ مذکور حاضر ہوکر جوابدہی مقدمہ کرے ۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ اسکے خلاف عمل میں آئے گی ۔

تحریر یکم نومبر ۱۹۱۹ء

محمد نواب خان ثاقب
نائب ناظم درجہ اول

مہر عدالت

ممالکِ غیر کی خبریں

لیگ مذاہب (لنڈن ۶ - نومبر) عالمگیر امن وامان قائم کرنے میں لیگ اقوام کی مدد کرنے کے لئے مذاہب کی ایک لیگ ترتیب دینے کی غرض سے کیکسٹن ہال میں آج بشپ کنسنگٹن کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں پادری جے اسٹلن کارپنٹر۔ ایک بدھ ایک ہندو۔ ایک مسلمان نے تقریریں کیں ۔

جرمنی میں ایندھن کی کمیابی (لنڈن ۶ - نومبر) برلن میں ہنڈنبرگ کے مشہور دیوہیکل چوبی مجسمہ کو ایندھن کے طور پر استعمال کرنے کے لئے توڑا جا رہا ہے ۔

شام کا انخلاء (قاہرہ ۶ - نومبر) چونکہ برطانوی سپاہ شام کو خالی کر رہی ہے۔ اس لئے وہاں پیچیدہ صورت معاملات پیدا ہو رہے ہیں۔ حجاز حکام مستعفی ہونے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ اور اس بناء پر تمام ذمہ داری سے دست بردار ہو رہے ہیں۔ کہ برطانیہ نے اب تک فیصل سپاہ کی تعداد کو محدود رکھا ہے۔

بالشویک اور پولینڈ (لنڈن ۶ - نومبر) بالشویکوں کا ایک مشن پولینڈ میں پہنچ گیا ہے۔ اور قیدیوں کے تبادلہ کی تجاویز پیش کر رہا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ مشن مذکور کو وسیع اختیارات تفویض کئے گئے ہیں بالشویک پولینڈ کو کئی اہم مراعات دینے کے لئے تیار ہیں

وائنا کی حالت زار (وائنا ۵ - نومبر) معاوضہ نقصانات جنگ کی سب کمیشن نے دس روز کا اجلاس ختم کر لیا ہے۔ اور ایک ضمنی رپورٹ شائع کی ہے۔ سر ولیم گوڈی برٹش قائم مقام نے رویٹر سے بیان کیا۔ کہ اس وجہ سے کہ جگوسلاو اور زیکو سلاوک گورنمنٹوں نے سامان خوراک اور کوئلہ بہم پہنچانے کا جو ٹھیکہ لیا تھا اس کو ایفاء نہ کیا۔ وائنا کی حالت نہایت ابتر ہے۔ نہ وہاں خوراک کا کوئی ذخیرہ باقی ہے نہ گوشت اور چربی کا۔ اور کوئلہ کی قلت کے سبب سامان خوراک ٹرینوں کے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے اور بھی حالت نازک ہو گئی ہے ۔

صلح پائدار نہیں ہے (پیرس ۳ - نومبر) آج سہ پہر کو کونسل عظمٰے نے گورنمنٹ بلغاریہ کے اعتراضات کے جواب کو نیابت بلغاریہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اور اسے بجنسہٖ منظور کرنے کے لئے دس دن کی مہلت دیگئی ہے۔ اور انہوں نے بلغاریہ کو سربیا کے خلاف اس کی بلا وجہ مخالفت کرنے اور یونان اور سربیا کے خلاف جنگ کرنے میں جرمنی کے ہراول کا کام دینے کے واقعات یاد دلائے ہیں۔ اور یہ جتلا دیا ہے۔ کہ اتحادیوں کا مقصد انتقام لینا نہیں۔ بلکہ ان کا مدعا منصفانہ اور دائمی امن قائم کرنا ہے۔ بلغاریہ کی توجہ اس امر کی طرف بھی دلائی گئی ہے۔ کہ اسے بحیرہ ایجین تک اقتصادی رسائی کی اجازت دیگئی ہے۔ اور شرائط میں چند فروعی ترمیمیں کی گئی ہیں۔ اگر بلغاریہ دس دن کے اندر شرائط کو کلیتہً قبول نہ کرے۔ تو ۲۹ ستمبر ۱۹۱۸ء کی عارضی صلح ختم ہو جائے گی۔ اور اتحادی مناسب حال تدابیر اختیار کرینگے ۔

لیبر کانفرنس میں جرمن (پیرس ۴ - نومبر) آج کے سپریم کونسل کے اجلاس میں مسٹر پولک نے بیان کیا۔ کہ واشنگٹن کی لیبر کانفرنس میں آسٹرین اور جرمن ڈیلیگیٹوں کو امریکہ جانے کے لئے جہاز میں جگہ نہ ملی ۔

اور آسٹرین شامل نہونگے

کاروبار میں سرگرمی (لنڈن ۳ - نومبر) کاروبار پھر سرگرمی سے شروع ہو گیا ہے۔ اخبارات میں نئی کمپنیوں کے اشتہارات شائع ہو رہے ہیں۔ آٹھ کمپنیوں کے دس کروڑ پونڈ کے حصوں سے شروع کرنے کے اشتہارات دیئے گئے۔ سب سے بڑی لیسرز لیور کی کمپنی ہے۔ جس کا سرمایہ چار لاکھ پونڈ ہے مالی حالت کے مبصرین توقع کرتے ہیں۔ کہ دوران جنگ میں جو منڈیاں دشمن ممالک کے پاس تھیں۔ وہ اب تجارتی سرگرمی سے برطانیہ کے ہاتھ میں آ جائینگی ۔

جذام کا علاج (ہونولولو ۴ - نومبر) ہوائی یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر ڈینڈ نے تیل کو صاف کرنے کا جو نیا طریقہ دریافت کیا تھا۔ اس کے ذریعہ کالحی ہاسپٹل میں جذام کا کامل علاج کیا گیا ہے ۔

ہندوستان کی خبریں

آل انڈیا مسلم لیگ و کانگرس مسلم لیگ نے امرتسر میں اپنا سالانہ اجلاس منعقد کرنے کی دعوت قبول کر لی ہے۔ امرتسر میں کانگرس کے اجلاس ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ اور ۳۰ - دسمبر کو ہونگے۔ پہلا اجلاس ۲۷ کی سہ پہر کو دو بجے شروع ہو گا۔ مسلم لیگ کے پریذیڈنٹ حاذق الملک حکیم اجمل خان دہلوی ہونگے ۔

ضبطی کا اعلان گورنر جنرل مع کونسل نے ڈیرا ایکٹ بحری محصول رسالہ پولٹیزم اور اسلامی جماعت کا پالیٹکس مصنفہ محمد برکت اللہ کا داخلہ ہندوستان میں بذریعہ سمندر یا خشکی ممنوع قرار دیدیا ہے۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا آیندہ اجلاس بڑے دن کی تعطیلات میں خیرپور سندھ میں ہو گا ۔

گھی کے متعلق غلط افواہ کچھ دنوں سے گھی کا نرخ لگاتار رو بگرانی ہے۔ بعض لوگوں نے اس گرانی کی وجہ یہ بیان کی۔ کہ گورنمنٹ چار روپیہ فی سیر گھی کے حساب سے ہزار ہا من گھی خریدنا چاہتی ہے مگر اخبار حق نے تحقیقات کی ۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ افواہ غلط ہے۔ گورنمنٹ گھی خریدنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ۔

چیف کمشنر صوبہ سرحدی کو ہندو مسلمانوں نے بتاریخ یکم نومبر شاہی باغ پشاور میں گارڈن پارٹی دے کر ایڈریس پیش کیا۔ حاضرین کی تعداد دس ہزار تھی۔ ایڈریس پڑھا جانے کے بعد ایک ہزار روپیہ سے زیادہ قیمتی چاندی کے ڈبہ میں رکھ کر سر ہملٹن گرانٹ کو پیش کیا گیا ۔

ایڈیٹر ذوالفقار کی اپیل نامنظور سید احمد شاہ شمسی ایڈیٹر و مالک اخبار ذوالفقار کے خلاف ہتک عزت کا جو دعویٰ نواب فتح علی خان صاحب قزلباش نے دائر کیا تھا۔ اسمیں سید مذکور کو ایک سال قید سخت اور ۵۰۰ روپیہ جرمانہ ہوا تھا۔ اس فیصلہ کے خلاف انہوں نے اپیل کی جو نامنظور ہوئی ۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)